بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور

اندھی تقلید

——— کے دادا اور پڑدادا داڑھی رکھتے تھے۔ تو ان کے وزراء کی بھی داڑھیاں تھیں۔ مولوی رحیم بخش مرحوم وزیر تھے مگر ان کی داڑھی تھی۔ اب نواب صاحب کے داڑھی نہیں تو ان سب نے داڑھیاں منڈوا دیں ——— عوام حکمران طبقہ کے طور و اطوار کو اختیار کرتے تھے جدھر حکمران طبقہ کا رُخ ہوتا ہے اُدھر ہی قوم کا رُخ ہوتا ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے جدھر انگریز جا رہا تھا ہمارا نوجوان بھی ادھر ہی جا رہا تھا۔

پاکستان بننے کے بعد بھی نوجوان کا رُخ اُسی طرف ہے۔ وہ کوٹ پتلون پہنتا تھا، یہ بھی کوٹ پتلون پہنتا ہے۔ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتا تھا یہ بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرتا ہے۔ اس نے داڑھی منڈوانی شروع کی تو یہ بھی منڈوانے لگا، کرزن نے مونچھیں صاف کرا دیں تو اس نے بھی منڈوا دیں، انگریز نے فیشن ایبل بال بنوائے تو ہمارے نوجوان نے بھی اس کی تقلید کی۔ ——— حضرت لاہوری ———

——— ملفوظات طیبات ———

۸ - ۱۵ مارچ

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

ہدیہ ۲/- روپے



انتظار حسین اسعد قادری

کھانے کے متعلق بعض سُنن طیبہ

○ حضرت اسمار سے مروی ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گرم کھانا لایا جاتا تو آپؐ اس کو اس وقت تک ڈھانپ کے رکھتے جب تک اس کا جوش ختم نہ ہو جاتا۔ اور فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سرد کھانے میں عظیم برکت ہے۔ (مدارج النبوۃ)

○ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد پانی نوش نہ فرماتے کیونکہ مضر ہضم ہے جب تک کھانا ہضم کے قریب نہ ہو پانی نہ پینا چاہیئے۔ (مدارج النبوۃ)

○ آپؐ رات کا کھانا بھی تناول فرمایا کرتے تھے اگرچہ کھجور کے چند دانے ہی کیوں نہ ہوں۔ فرمایا کہ عشار کا کھانا چھوڑ دینا بڑھاپا لاتا ہے (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

○ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو جوتے اتار ڈالو، اس لئے کہ جوتوں کو اتار ڈالنے سے قدموں کو بہت آرام ملتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

○ کھجور یا روٹی کا کوئی ٹکڑا کسی پاک جگہ پڑا ہوتا تو اس کو صاف کر کے کھا لیتے۔ (مسلم)

○ آپؐ کھانا کھاتے ہی سو جانے کو منع فرماتے تھے (یہ دل میں ثقالت پیدا کرتا ہے۔ (زادالمعاد)

○ دوپہر کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر لیٹ جانا بھی مسنون ہے (زادالمعاد)

○ جس قدر کھانا میسّر ہو اس پر قناعت کرنا یعنی جلیسا بھی اور جتنا بھی مل جائے اس پر راضی رہنا اور اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھ کر کھانا چاہیئے (مالک)

○ اور یہ نیت رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اس کی عبادت پر قوت حاصل ہونے کے لئے کھانا ہوں۔

○ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تقلیل غذا کی رغبت دلایا کرتے اور فرماتے تھے کہ معدہ کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے اور ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی خود معدہ کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ (زادالمعاد)

○ کسی دوسرے کو کھانا دینا یا کسی سے کھانا لینا ہو تو دایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہیئے۔ (ابن ماجہ)

○ چند آدمیوں کے ساتھ کھانا باعثِ برکت ہوتا ہے (ابوداؤد)

○ کھانے میں جتنے ہاتھ زیادہ ہوں گے اتنی ہی برکت زیادہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ)

○ کھانے کے دوران جو چیز دسترخوان یا پیالہ سے گر جائے اسے اٹھا کر کھا لینا بھی ثواب ہے بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس میں محتاجی، برص اور کوڑھ سے حفاظت ہے اور جو کھاتا ہے اس کی اولاد حماقت سے محفوظ

(باقی ۴ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہفت روزہ خدام الدین لاہور
جلد ۳۰ شمارہ ۳۶-۳۷
رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ
مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری
فی کاپی: ۲/- روپے
پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے ۸۰/- روپے
ششماہی ۲۶ شمارے ۴۵/- روپے
۱۵-۲۲ جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ

اور اب انتخابات کے بعد

بحمداللہ تعالیٰ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا مرحلہ بخیر و خوبی مکمل ہو گیا ہے۔ اور ملک کے چاروں صوبوں نے ان انتخابات میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے اپنے نمائندوں کا چناؤ کیا ہے یہ انتخابات اگرچہ غیر جماعتی بنیادوں پر ہوئے ہیں جنہیں ملک کے سیاسی حلقوں نے قبول نہیں کیا تھا اور ان میں سیاسی اور نظریاتی ترجیحات کی بجائے علاقائی دھڑے بندیوں، برادریوں اور ذاتی اثر و رسوخ کی بنیاد پر کامیاب ہونے والے افراد کا تناسب زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود منتخب ارکان کی مجموعی فہرست پر نظر ڈالنے کے بعد انہیں سیاسی اور نظریاتی دلچسپیوں سے یکسر عاری بھی قرار نہیں دیا جا سکتا اور یوں لگتا ہے کہ ووٹروں نے علاقائی اور برادری کے اثر و رسوخ کے علاوہ سیاسی اور نظریاتی پہلوؤں کو بھی اس موقع پر ایک حد تک ملحوظ رکھا ہے۔

انتخابات کے دو پہلوؤں پر بطور خاص توجہ کی ضرورت ہے ایک پہلو ووٹروں کے تناسب کا ہے جس کے بارے میں الیکشن سے قبل متضاد باتیں کہی جاتی رہی ہیں لیکن کسی بظاہر سرکاری مداخلت اور جانبداری کے بغیر ووٹروں کی اچھی خاصی تعداد پولنگ

ناشر: مولانا عبیداللہ انور • مقام: اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور • مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

سٹیشنوں پر گئی ہے اور عوام نے انتخابات جیسے بھی ہیں کی صورت حال کو قبول کرتے ہوئے بائیکاٹ کی پالیسی کو مسترد کر دیا ہے۔

دوسری طرف موجودہ حکومت کے بیشتر وزراء شکست کھا گئے ہیں اور اس طرح حکمرانوں کو بھی ملک کے ووٹروں نے دعوت دی ہے کہ وہ اپنی سیاسی پالیسیوں پر نظرثانی کریں اور آئندہ سیاسی اقدامات سے قبل عوامی رجحانات کا ایک بار جائزہ لے لیں۔

ملک کی دیگر اہم سیاسی جماعتوں کی طرح جمعیۃ علماء اسلام نے بھی جماعتی طور پر انتخابات میں حصّہ نہ لینے اور انتخابی مہم سے باہر رہنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اس کے باوجود انفرادی طور پر بعض مقامات پر جمعیۃ سے وابستہ حضرات نے انتخابات میں حصّہ لیا جن میں سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ، آف اکوڑہ خٹک، سید محمد صابر شاہ آف ڈیرہ اسمٰعیل خان، حاجی ملک محمد اسلم کھچیلہ آف سرگودھا اور مولانا عبدالحق آف پنجگور قومی اسمبلی کے ارکان منتخب ہوگئے ہیں اور مولانا منظور احمد چنیوٹی پنجاب اسمبلی، مولانا محمد زکریا سندھ اسمبلی، مولانا عبدالمنان سرحد اسمبلی اور ملک محمد سرور بلوچستان اسمبلی کے منتخب ہوگئے ہیں اور ان کے علاوہ قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے کم و بیش ایک درجن ارکان جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ ارکان اور علماء کی حمایت کے ساتھ کامیابی سے ہمکنار ہوئے ہیں جمعیۃ کے ساتھ ان حضرات کے باضابطہ تعلق کی نوعیت کا فیصلہ تو مرکزی مجلس شوریٰ کے آئندہ اجلاس میں ہوگا۔ تاہم ایک حد تک یہ بات اطمینان بخش ہے کہ قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں میں کم از کم درجہ میں ہی سہی مگر اہل حق کے اس قافلہ کی نمائندگی ہو گئی ہے۔

ہم ان منتخب حضرات کو ان کی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت انہیں اسمبلیوں میں حق اور اہل حق کی مؤثر نمائندگی اور خدمت کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین!

بقیہ احادیث الرسولؐ

رہتی ہے اور انہیں عافیت دی جاتی ہے۔ (مدارج النبوۃ)

○ حضرت عباسؓ سے روایت کی جاتی ہے۔ فرمایا کہ جو دسترخوان پر گری ہوئی چیز اٹھا کر کھاتا ہے اس کی اولاد حسین و جمیل پیدا ہوتی ہے اور اس سے محتاجی دور کی جاتی ہے۔ (مدارج النبوۃ)

○ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچا لہسن کھانے سے منع فرمایا مگر جبکہ اس کو پکا لیا جائے۔ تو اس کا کھانا درست ہے۔ (ترمذی)

○ کھانے کی مجلس میں جو شخص بزرگ اور بڑا ہو اس سے کھانا پہلے شروع کرانا چاہیئے۔ (مسلم)

○ کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی چیز یا لقمہ نیچے گر جائے تو اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھا لینا چاہیئے۔ شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (ابن ماجہ)

○ کھانے کے درمیان کوئی شخص آجائے تو اس سے کھانے کے لئے پوچھ لینا چاہیئے۔ (ابن ماجہ)

○ دسترخوان پہلے اٹھا لینا چاہیئے اس کے بعد کھانے والے اٹھیں۔ (ابن ماجہ)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینجر)



تاج و تخت کی حکمرانی قائم کرنا

مسلمانوں کا فرض ہے

انسان کا مقام اللہ کی بندگی سے بلند ہوتا ہے

متقی لوگ تکبّر سے پاک رہتے ہیں ظالموں کی راہ اختیار نہیں کرتے!

امام الہدیٰ وارث اسلاف مرشد حق حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کے ارشادات

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ! امّا بعد: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم:۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اور اللہ کی شہادت کافی ہے۔

حضرات گرامی! اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بلند و بالا ہے اور اللہ کے آخری پیغمبر شفیع الامم صاحب جود و المنن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام کائنات کی ہر شے سے بلند و بالا ہے ؎

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ
بعد از بزرگ توئی قصّہ مختصر

اسی طرح اللہ کا بھیجا ہُوا وہ دین جسے لے کر پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے۔ دنیا کے تمام ادیان و مذاہب سے اعلیٰ و ارفع، سچا اور کھرا دین ہے۔ اس آیت کریمہ میں دنیا کے تمام ادیان و مذاہب کے مقابلہ میں دین اسلام کی صداقت و حقانیّت کا دائمی اعلان ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب و ادیان کے مقابلہ میں اسلام کی صداقت و بلندیٔ شان عملاً تو اسی دن ثابت ہو گئی تھی جب پیغمبروں کے بعد دنیا کے سب سے بڑے عقلمند، انصاف پسند اور دیانت دار انسان افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر صدیقؓ نے دنیا کے ہر دین و مذہب کو چھوڑ کر اللہ کی توحید اور نبی آخرالزمان کی ختم نبوّت پر ایمان لانے کا اعلان کیا تھا۔ یوں تو اسلام کے برحق ہونے کے لیئے اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا اور مالک کائنات نے اعلان کر دیا ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ اللہ کے ہاں مقبولیّت صرف دین

اسلام کو حاصل ہے۔ عقل و فکر اور دلائل و براہین کے اعتبار سے اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر قائم ہے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ملک و ریاست میں اسلام کا اقتدار اور اسلام کی حکومت قائم کرنے کے لئے جد و جہد کریں۔ اسلام کو تو اپنی حقانیت اور صداقت کے اعتبار سے اول دن سے غلبہ حاصل ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کی محکومیت اور ذلّت سے بھی انکار کرتا ہے۔ مسلمان غالب تبھی سمجھے جائیں گے جب ملک کا تخت و تاج اسلام کے پاس ہو، ایوانِ اقتدار میں اسلام کا سکّہ چلتا ہو اور کسی کو اسلامی حدود پھلانگنے کی جرأت نہ ہوتی ہو۔ حضور نبی اکرمؐ، آپ کے صحابہ کرامؓ، اولیاء عظامؒ، علماء ربانیینؒ اور غازیانِ اسلام نے ساری جدو جہد اسی مقصد کے لئے کی، اور تمام مشکلات و مصائب صرف اسلام کا پرچم اونچے سے اونچا کرنے اور دنیا میں اسلام کی حکمرانی قائم کرنے کے لئے برداشت کیں۔ آج ناسمجھ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی کیا اسلام لائیں گے، اسلام تو چودہ سو سال سے آیا ہوا ہے۔ یہ سوچ کی کجروی اور یا دانستہ فکری انتشار پھیلانے کی مذموم کوشش ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اسلام چودہ سو سال پہلے سے آیا ہوا ہے مگر اسلام کے دشمنوں کی یہی خواہش رہی کہ یہ دین دب کے رہ جائے تاکہ اللہ کی کائنات میں اللہ کے حکموں کا اقتدار قائم ہونے کے بجائے آدمی پر آدمی کی حکمرانی قائم رہے ——— فرعونیت و نمرودیت پر عرصۂ حیات تنگ نہ ہو۔ غریب اور خستہ حال لوگ کجکلاہوں کے سامنے نظریں اونچی نہ کر سکیں یہ اسلام ہے جو کہتا ہے اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم صرف اللہ کا چلنا چاہیئے، دولت، جاگیر یا اقتدار کے بل بوتے پر کسی کو حق نہیں کہ وہ فرعون بن بیٹھے اور خدا کی مخلوق سے اپنی سوچ اور اپنی خواہشات کی تعمیل کروائے اس لئے کہ تمام انسان ایک آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ اس مٹی کے پتلے کو زیبا نہیں کہ تکبر و سرکشی کی راہ پر چل نکلے۔ اس کا مقام بندگی اور عبدیت ہے کائنات ارض و سما میں اپنے مالک و آقا خدائے وحدہٗ لاشریک کے احکام کو نافذ و جاری کرنا اس کا تخلیقی فریضہ ہے۔ اس فرض کو جو کوئی جتنا خوبی سے ادا کریگا اتنا ہی اپنے رب کی بارگاہ میں عزت و مرتبہ پائے گا۔ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ۔ بلاشبہ اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ متقی ہو۔ اور متقی نیک انسان نخوت و غرور میں مبتلا ہو کر دوسروں کے لئے فرعون و نمرود نہیں بن سکتا چاہے اس کے پاس مال و دولت کے کتنے ہی خزانے اور اختیار و اقتدار کی کیسی بلندی ہو۔ چنانچہ جانشینِ پیمبرؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب سریر آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے پہلے خطبہ میں اپنی خلافت کی پالیسی کا اولین اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"لوگو! مجھے تمہارا خلیفہ بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ میں تم سے اعلیٰ و ارفع نہیں ہوں اس لئے اگر میں اچھا کام کرتا رہوں تو میری مدد کرنا اور اگر سچائی کی سیدھی راہ سے ہٹ کر چلوں تو میری اصلاح کر دینا۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تم میں سے جو شخص طاقت ور ہے وہ میرے لئے اس وقت تک انتہائی کمزور ہے جب تک میں اس سے حق داروں کا حق

وصول نہ کر لوں اور جو کمزور ہے میں اسے بہت طاقت ور سمجھتا ہوں جب تک کہ اس کا حق اسے دلا نہ دوں ——— (انشاء اللہ) اور جس کسی نے فی سبیل اللہ جہاد چھوڑ دیا اللہ تعالےٰ اسے ذلیل و خوار کر دیتے ہیں۔ اور جس قوم میں بدکاری نشو و نما پا جائے اللہ تعالےٰ اسے مصیبتوں میں دھکیل دیا کرتے ہیں۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ نے پھر فرمایا "لوگو! تم اس وقت تک میرے حکموں کی اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو پھر میری تابعداری اور اطاعت کرنا تم پر لازم نہیں ہے۔"

یہ ہے اسلام کا غلبہ اور قرآن و سنت کی حکمرانی قائم کرنے کا عزم۔ ذاتی نام و نمود اور شخصی مفاد کی خواہش کا کہیں سایہ تک نہیں مگر آج لوگ دعویٰ کرتے ہیں عشقِ رسولؐ کا، نعرہ لگاتے ہیں اسلام زندہ باد کا، اور اندر سے سوچ یہ ہوتی ہے کہ اپنے مخالفوں کو ذلیل کیسے کرنا ہے۔ الیکشن لڑنے پر خرچ کی گئی رقم کو بعد میں کتنے گنا زیادہ بنانا اور کیسے وصول کرنا ہے۔ غریب اسلام کو خواہ مخواہ درمیان میں لا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمان اسلام کے نام پر اپنا سب کچھ لٹا دینے اور جان کی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اور آج اقتدار اور دولت کے بھوکے نام نہاد مسلمان اسلام اور پیغمبر اسلام سے محبت کے نعروں کی آڑ میں پوری دنیا لوٹ لینے اور سب کچھ اپنی ذات کے لئے سمیٹ لینے کا عزم بالجزم کئے رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ع

"اسلام کا ہم سکہ دنیا پہ بٹھا دیں گے"

جب عمل و کردار پر بدعملی اور نفاق کے اس قدر سیاہ بادل چھائے ہوئے ہوں تو ایمان کا نور کیسے چمک سکتا ہے، ایمان تبھی چمک سکتا ہے اور مسلمان اسی وقت سربلند ہو سکتے ہیں جب وہ اللہ اور اس کے رسول سے کیا ہوا عہد پورا کرنے اور دین اسلام سے وفاداری اور اسلام کی حکمرانی قائم کرنے کے لئے عملی اقدام کریں گے۔ محض زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں بنتا ؎

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اسلام اپنی عظمت و صداقت کے اعتبار سے تمام ادیان و مذاہب پر غالب ہے، اب اس کامل اور غالب دین کو دنیا پر غالب اور حاکم بنانے کے لئے جہاد کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو، سب مسلمانوں کو دین کا صحیح خادم بناتے اور حق پر قائم رکھے۔ آمین!

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!



بقیہ : کلمہ دشمنی یا . . . .

آپ مجھے ایک مسلمان حکومت کا غیر مسلم وزیر سمجھیں یا غیر مسلم حکومت کا مسلمان وزیر۔

کیا یہ حقائق ملک دوستی کا غماز ہیں یا ملک دشمنی کا۔ کلمۂ اسلام قبول کرنے کے لئے ہے نہ کہ کلمہ کا لیبل لگا کر لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے اور ان میں ارتداد کا زہر سمونے کے لئے۔ غیر مسلموں کو کلمے کا لیبل لگا کر لوگوں کو دھوکہ دینے کی اجازت دینا کلمہ دوستی نہیں کلمہ دشمنی ہے۔



اُخروی نعمتیں کِن کو نصیب ہوں گی؟

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

ضبط و ترتیب : ادارہ

بعد از خطبہ مسنونہ !

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا . . . . وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ہ (صدق اللہ العلی العظیم)

قرآن کریم کی سورۃ حدید سے دو آیتیں (۲۰-۲۱) تلاوت کی گئیں جن کا ترجمہ یہ ہے :-

"جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ ہے اور زیبائش اور ایک دوسرے پر فخر کرنا اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں زیادتی چاہنا ہے، جیسے بارش کی حالت کہ اس کی سبزی نے کسانوں کو خوش کر دیا۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تُو اسے زرد شدہ دیکھتا ہے پھر وُہ چُورا چُورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے اسباب کے اور کیا ہے؟ اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کے برابر ہے ان کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

پس منظر

بقول حضرت لاہوری قدس سرہٗ

اس سورۃ کا موضوع "طریق حصول سلطنت" ہے ـــــ سورۃ کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و کبریائی کا ذکر فرمایا جس میں یہ اشارہ ہے کہ عزت و سلطنت اسی کے قبضہ میں ہے۔ اور انسان عزت چاہتا ہے تو "عزیز" کی تابعداری کرے۔ چھٹی آیت کے اختتام تک خالق ارض و سماء کی کبریائی کا بیان ہے۔ پھر بندوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور اس کی دی ہوئی دولت میں سے خرچ کرنے کا حکم ہے اور فرمایا گیا ہے، کہ "اس میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنایا" گویا بتلا دیا کہ تم سے پہلے بھی لوگ دنیا میں تھے، وہ گئے ان کی جگہ تم آئے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرو گے اور خدا کی راہ میں خرچ کرو گے تو تمہیں بڑا اجر ملے گا۔ اس کے بعد بندوں کو جھنجھوڑا ہے کہ آخر تم ایمان کیوں نہیں لاتے؟ جبکہ اللہ کا رسول تمہیں برابر اس کی دعوت دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اس کا وعدہ بھی

لے چکا ہے ـــــ اور اللہ کا رسول اپنی طرف سے تو کوئی بات نہیں کہتا ہے۔ اس کا رب اپنی آیتیں اس پر نازل کر رہا ہے، انہی سے وہ تمہیں آگاہ کرتا ہے اور اس سے مقصد تمہیں کفر و شرک اور بدعات کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے پھر بھی تمہیں احساس نہیں ہوتا ـــــ دسویں آیت میں انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرنے پر جھنجھوڑا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ زمین و آسمان کا ورثہ اللہ تعالیٰ کا ہے اس نے تمہیں دیا تمہیں اس کی راہ میں دینا چاہیئے۔ ساتھ ہی ان لوگوں کی تعریف فرمائی۔ جنہوں نے عسرت و تکلیف کی زندگی میں (فتح مکہ سے قبل) راہ خدا میں جی کھول کر خرچ کیا۔ پھر حضرت حق نے بندوں سے "قرض" کا مطالبہ کیا۔ اور فرمایا کہ جو اللہ کو قرض دے گا اللہ تعالیٰ اسے دوگنا اجر اور اچھا بدلہ دیں گے۔ بعد ازاں صبح قیامت میں اہل ایمان اور اہل نفاق کا ذکر ہے کہ اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹانے والوں کا تو یہ حال ہوگا کہ وہ نورِ ایمان کی وجہ سے کامیابی سے سرفراز ہوں گے لیکن منافق عذاب الٰہی سے دو چار ہوں گے۔ اسی سلسلہ میں اہل نفاق اور اہل ایمان کا ایک مکالمہ بھی ہے کہ کس طرح اہل نفاق اہل ایمان کو پکاریں گے کہ رُک جاؤ ہمیں بھی ساتھ لے لو ہم بھی تمہارے ایمان کی روشنی سے فائدہ حاصل کر لیں اور یہ بھی کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ ـــــ اس کے جواب میں اہل ایمان یہ تو کہیں گے کہ تم دنیا میں ہمارے ساتھ ہی رہتے تھے لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں ڈال لیا۔ تم شک میں مبتلا رہے دنیوی آرزوؤں نے تمہیں دھوکہ میں ڈالا اور نفس و شیطان کے فریب نے تمہیں کہیں کا نہ رہنے دیا ـــــ پھر انہیں جہنم کی وعید سنائی جائے گی ـــــ اس سے ذرا آگے بڑھ کر راہ خدا میں خرچ کرنے والوں کی بارِ دگر تعریف ہے اللہ کی طرف سے ان کے لئے اجر و ثواب اور مغفرت کے وعدوں کا ذکر ہے اور پھر وہ آیات ہیں جن کا ترجمہ آپ نے ابتدا میں ملاحظہ فرمایا۔

دنیا کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس دنیا پر تم اتنے ریجھے بیٹھے ہو وہ محض کھیل تماشہ ہے، آپس کا فخر و غرور ہے۔ ہر آدمی دنیوی زیبائش میں ایک دوسرے پر فخر کرتا اور دوسرے کو نیچا دکھانے کی فکر میں ہے۔ میری کوٹھی ایسی اور میرا بنگلہ ایسا، میرا کاروبار یوں اور میری گاڑی ووں۔ بس یہی ایک چکر ہے جس میں ہر آدمی الجھا ہوا ہے اور پھر ہر آدمی مال و اولاد کی زیادتی کی فکر میں ہے اور بس۔ حالانکہ انسان کے لئے یہ کوئی بڑائی کی باتیں نہیں۔ یہ تو محض وقتی کھیل ہے۔ دیکھو بارش ہوتی ہے اس کی وجہ سے سرسبزی اور روئیدگی کا چاروں طرف سلسلہ پھیل جاتا ہے۔ کسان اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے لیکن تا کجے؟ چند ہی دن بعد وہ سبزی خشکی میں بدل جاتی ہے۔ دل کو لبھا دینے والا سبز رنگ زرد رنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ حتّٰی کہ وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور پھر چاروں طرف وہی خالی کھیت، اسی طرح دنیا کا معاملہ ہے ذرا سی دیر کے لئے وہ بڑی ہی پُر فریب اور خوش منظر نظر آتی ہے لیکن یہ بات خواب کی طرح گذر جاتی ہے اور پھر چاروں طرف ہُو کا عالم اور سناٹا ہوتا ہے۔

فرمایا کہ آخرت میں عذاب ہے تو اللہ کی مغفرت اور خوشنودی ہے دوچار ہوں گے اور جنہوں نے دنیا کو مقصد زندگی سمجھ لیا وہ عذاب بھی ہے ـــــ اب جس شخص نے پیغمبرانِ خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر عمل کیا وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوشنودی

سے دو چار ہوں گے اور جنہوں نے دنیا کو مقصد زندگی سمجھ لیا، وہ عذاب کا شکار ہوں گے ۔ حضرت حق جل جلالہٗ نے پہلی آیت کے آخر میں پورے جلال کے ساتھ زور دے کر فرمایا :۔

وما الحیٰوۃ الدنیا الّا متاع الغرور۔

کہ دنیا کی زندگی سوائے دھوکہ کے اسباب کے اور کیا ہے؟

یہ ایسا دھوکہ ہے جو تمہیں حق سے غافل کئے ہوئے ہے ۔ جس نے تمہیں اپنے مقصد سے ناآشنا کر دیا ہے اور تم اس میں کھو کر رہ گئے ہو؟ بھلے آدمیو! کے دن جیئو گے، آخر مرنا ہے، اور مر کر سب کچھ چھوڑ دو گے، مقدر کی بات ہے کفن نصیب ہوتا ہے یا نہیں؟ اور قبر کے لئے دو گز زمین ملے گی یا نہیں؟ اللہ تعالٰے نے بندوں کو جھنجھوڑا اور آخرت کی حقیقی نعمتوں کی طرف توجہ دلائی، اور فرمایا اپنے رب کی مغفرت اور جنت جو مقام رضا ہے اس کی طرف دوڑو، اس راہ میں تساہل پسندی بھی مناسب نہیں، یہاں تو بھاگم بھاگ کی ضرورت ہے اس لئے کہ حیات مستعار کے لمحات کا پتہ نہیں کب ساتھ چھوڑ دیں ــــ مومن مقصود کے حصول کے لئے دوڑتا اور سرپٹ دوڑتا ہے اور اسے دوڑنا چاہیئے ۔ تا آنکہ جب مقصد حاصل ہو جائے گا مقامِ رضا اور جنت نصیب ہو جائے گی تو پھر ہر طرح کا عیش ہوگا، آرام ہوگا، عافیت ہوگی اور چاروں طرف نعمتیں بکھری ہوں گی ۔ اللہ تعالٰے کا سلام اس سے بھلائی کا شرف اور اس کا دیدار نصیب ہوگا ۔

یہ نعمتیں کس کو ملیں گی؟

فرمایا یہ نعمتیں ان کو ملیں گی جو دل کی گہرائیوں کے ساتھ اپنے خالق و مالک کی وحدت و یکتائی اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ۔ جنہوں نے ایمان کے تقاضے پورے کئے، جو اللہ کے لئے جئے اور اسی کے لئے مرے ۔ حتیٰ کہ مر کر اپنے عجز کا اعتراف کیا اور اس طرح کہ

؎ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ بندگانِ خدا اپنے مالک کی بنائی ہوئی اس جنت کے وارث ہوں گے جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے ۔ جب عرض کا یہ عالم ہے تو طول کتنا ہوگا ـــــ اس جنت میں بقول سرورِ کائنات علیہ السلام ایسے ایسے درخت ہوں گے جن کی چھاؤں تلے گھڑ سوار سو سو برس چلیں گے تو سایہ اور چھاؤں ختم نہ ہوگی ـــ اور یہ سب کچھ غفور رحیم کی میزبانی ہوگی ـــــ نزلا من غفور رحیم ۔ (السجدہ ۔۳۲)

فضل اللہ

اور آخر میں فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کا فضل ہے ۔ اپنے احسان اور بندہ نوازی و بندہ پروری سے جس کو چاہتا ہے نواز تا ہے ۔ کسی کو یہ نعمتیں نصیب ہو جائیں تو اسے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ میرا استحقاق تھا ایسا ہونا ہی چاہیئے تھا ۔ استحقاق کی بات نہیں فضل کی بات ہے ۔

محترم حضرات! بڑے اختصار کے ساتھ یہ گذارشات جو پیش کی گئیں ان میں دنیا کی بے ثباتی اخروی نعمتوں کے سدا بہار ہونے کا ذکر آ گیا ہے اور معلوم ہو گیا ہے کہ اس مقام سعادت سے کون سرفراز ہوں گے ۔ کون خوش قسمت اس سے بہرہ ور ہوں گے؟ متاع دنیا کو حقیر سمجھنا، خالق کائنات کی راہ میں خرچ کرنا اور عقیدہ و ایمان کی مضبوطی و استحکام اس سعادت کا باعث ہے میں دل کی گہرائیوں کے ساتھ دعاگو ہوں کہ اللہ تعالٰے مجھے، آپ کو اور تمام مسلمانوں کو اس سعادت سے

امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آقائے دو جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رفیق و معتمد ـــــ جلیل القدر صحابی

(گذشتہ سے پیوستہ)

انہی ابن سعد اور عیاض بن خلیفہ کا بیان ہے :

"ہم نے خشک سالی کے زمانے میں عمرؓ کو دیکھا تھا وہ اگرچہ سرخ و سفید رنگ کے آدمی تھے مگر اس زمانے میں کالے پڑ گئے تھے ۔ گھی اور دودھ جس کے غریب لوگ عادی تھے بالکل ناپید ہو گئے اور جب یہ کیفیت ہوئی تو امیر المومنین نے بھی زیتون کا تیل استعمال کرنا شروع کر دیا اس چیز سے امیر المومنینؓ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ۔ اور وہ اکثر و بیشتر فاقہ کرنے لگے ۔ ان دنوں ہم یہ کہنے لگے تھے کہ اگر خشک سالی ختم نہ ہوئی تو ممکن ہے غمِ امتِ محمدی میں عمر رضی اللہ عنہ مر جائیں ۔"

ابن شہاب نے سالم سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے اس دور بلاخیز کا یہ عمری بیان نقل کیا ہے :۔

یہ بیان اس زمانے سے متعلق ہے جب دیہاتوں سے غلّہ تیل اور جانور کی شکل میں آنے والی مدد بھی بالکل ناکافی ثابت ہوئی تھی ۔ اور دیہات الگ اس بوجھ سے دب گئے تھے ۔ یہ عمری بیان اس بیان پر مشتمل تھا کہ پہاڑیوں کی بلندیوں پر زراعت وغیرہ ممکن ہو جائے اور سطح جبال زرخیز ہو جائے ۔ اللہ نے یہ دعائے عمری قبول کی چنانچہ پہاڑیوں پر بارش ہوئی اور کلمہ گو شکر گزار ہوئے اور بارش ہونے کے بعد جب حالات بہتر ہوئے تو فرمایا "اگر اللہ نے ہمیں یہ کشادگی رزق نہ عطا کی ہوتی تو میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ ہر کنبہ کو اپنے اپنے افراد کی تعداد کے برابر ہی بھوکوں کو کھلانے پر مجبور کروں گا ۔ کیونکہ وہ کھانا جو ایک آدمی کو قائم رکھ سکتا ہے اگر وہ دو آدمیوں میں تقسیم ہو جائے تو بہر صورت دونوں موت سے بچ سکتے ہیں"۔

ابن طاؤس نے اپنے والد سے روایت کی ہے :۔

"قحط کے دور میں امیر المومنین نے روغنیات سے متعلق پرہیز کیا"۔

مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے :۔

"عمرؓ کی زوجہ نے گھی کی کچھ مقدار ساٹھ درہم میں خریدی تو انہوں نے اس پر اعتراض کیا بہرحال امیر المومنین کی بیوی نے میں نے ان کو یہ بتا دیا کہ یہ گھی اس

نفقہ سے نہیں خریدا گیا تھا جو انہیں ملتا تھا بلکہ یہ رقم ان کی بالکل ذاتی تھی۔ امیرالمومنین رضؓ نے اس کے باوجود ایک ایسے دَور میں کہ لوگ نڈھال تھے اس گھی کو چکھنے سے انکار کر دیا"۔

محمد بن زیاد کا بیان ہے:

"میرے دادا، عثمان بن مظعون رضؓ کے یہاں ملازم تھے۔ وہ عثمان کی ایک زمین کی رکھوالی کرتے تھے اور انہوں نے اس زمین میں سبزیاں وغیرہ بو رکھی تھیں ان کا بیان ہے کہ عمر بن الخطاب رضؓ کبھی کبھی عین دوپہر کے وقت میرے پاس آتے ان کے سر پر کپڑا ہوتا اور وہ یہ ہدایت کرنے آتے کہ لوگ درختوں وغیرہ کو نہ کاٹیں امیرالمومنین رضؓ میرے پاس بیٹھ جاتے اور مجھ سے باتیں کرنے لگتے۔ میں انہیں ککڑی وغیرہ کھلاتا ایک دن مجھ سے فرمایا:

"تم اسی جگہ بیٹھا کرو"۔

میں نے کہا۔ "بہت اچھا"

پھر فرمایا۔ "میں تمہیں اس علاقہ کا خبرگیر اور محافظ مقرر کرتا ہوں، تم کسی کو درخت وغیرہ کاٹتے دیکھو تو اس کی کلہاڑی اور رسّی چھین لو"۔

میں نے پوچھا۔ "اس کی چادر بھی؟"

امیرالمومنین رضؓ نے فرمایا۔ "نہیں چادر نہیں"۔

سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں:۔

"ایک بار کچھ عورتیں جن کی عدّت پوری نہ ہوئی تھی نکل پڑیں تھیں۔ امیرالمومنین رضؓ نے ان کو ان کے گھروں کو لوٹا دیا"۔

فضیل بن عمیرہ کہتے ہیں:

احنف بن قیس عراق سے ایک وفد لے کر امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہوا بیحد گرم تھی امیرالمومنین رضؓ نے اپنے جسم پر چادر لپیٹ رکھی تھی اور صدقہ کے اونٹ کے جسم پر تیل کی مالش کر رہے تھے۔ احنف کو دیکھا تو کہا:۔

"احنف! ذرا ادھر تو آؤ اس کام میں میرا ہاتھ بٹاؤ، یہ اونٹ صدقہ میں آیا ہے۔ اس پر یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کا حق ہے"۔

ایک آدمی بول اٹھا:

"امیرالمومنین! مرنے کے بعد اللہ آپ کو مغفرت سے نوازے، آپ کسی دوسرے بندے کو جو صدقہ کے عطیات کی دیکھ بھال پر مامور ہے کیوں نہیں حکم دیتے کہ وہ آپ کی مدد کرے"۔

"مجھ سے اور احنف سے زیادہ بڑا خدمت گزار کون ہوگا مسلمانوں کی قیادت اور ولایت کا مطلب ہی یہی ہے کہ ان کی خدمت کی جائے۔ ان والیوں کو تو مسلمانوں کی ایسی ہی خدمت کرنی چاہیئے کہ ایک خادم اپنے سید اور اپنے آقا کی خدمت کرتا ہے"۔

زید بن اسلم کہتے ہیں:

"میرے والد کا بیان ہے کہ ہم یعنی میں اور رفقا رات کو امیرالمومنین رضؓ کے یہاں سویا کرتے وہ ہر شب کسی خاص وقت پر اُٹھ جاتے اور جاگنے پر وامر اھلك بالصلوٰة واصطبر علیھا (اپنے متعلقین کو پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہدایت کرتے رہو) کی تلاوت ضرور کرتے۔ ایک رات وہ نماز (تہجّد) کے خیال سے اٹھے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد پلٹ آئے۔ اور ہم لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے بغیر نماز پڑھ لیں — فرمانے لگے:

"اس وقت نہ نماز پڑھی جاتی ہے اور نہ سویا جاتا ہے عجب حال ہے میرا۔ کوئی سورۃ پڑھنا شروع کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ میں نے

اس کی تلاوت کب شروع کی تھی اور سورۃ کہاں سے شروع ہوئی تھی اور کہاں ختم ہوگئی۔

ہم نے سوال کیا:۔

"امیرالمومنین آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

فرمایا۔ "بس مجھے ان دنوں یہ خیال ستا رہا ہے کہ ابوعبیدہ رضؓ کے مرنے کے بعد لوگوں کو کون سنبھالے گا؟"

ابراہیم النخعی کے بیان کے مطابق برسرِ اقتدار آتے ہی حضرت عمر رضؓ نے حضرت علی رضؓ کو دو بڑے کام سونپ دئے یعنی عہدۂ قضاء اور جنگی تیاریوں کی نظارت اور نگرانی۔

حنش بن حارث رضؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔

اس زمانے میں ایک شخص کی عادت تھی کہ وہ اپنے گھوڑوں کے بچوں کو یہ کہہ کر ذبح کر دیا کرتا تھا کہ وہ ان کے سواری کے قابل ہونے تک بھلا کیا زندہ رہے گا؟ امیرالمومنین رضؓ نے بڑے بلیغ انداز میں ایک ہدایت روانہ فرمائی۔

"جن چیزوں سے تمہارا رزق وابستہ ہے ان سے بھلائی کا برتاؤ کرو۔ اس لیے کہ زمین بھی کبھی کبھی تھک کر دم لیتی ہے اسے بھی برابر نہیں جوتتے رہنا چاہیئے"۔

عبداللہ بن عمر رضؓ کہتے ہیں:

"مجھے یاد ہے کہ لوگ اپنے اپنے روزینے لے رہے تھے ایک شخص آیا۔ امیرالمومنین رضؓ کی نظر اس کے چہرے پر پڑی تو انہیں اس کے چہرے پر ایک گہری چوٹ کا اثر دکھائی دیا۔ ایک بے حد گہرا نشان۔ آپ نے پوچھا:۔

"یہ کیسا نشان ہے؟"

آدمی نے جواب دیا۔ "یہ ایک چوٹ کا نشان ہے جس کا اس کو ایک جہاد میں شکار ہونا پڑا تھا"۔

امیرالمومنین رضؓ کا دل بھر آیا فرمایا:۔

"اس کو ایک ہزار درہم گن دئے جائیں"!

تھوڑی دیر کے بعد مزید ایک ہزار درہم کے لئے حکم دیا۔ اور یہ حکم چار بار صادر فرمایا۔ آدمی اس سیلاب سخاوت کے آگے نہ ٹھہر سکا اور وہاں سے چلا گیا امیرالمومنین رضؓ نے پوچھا:۔

"کہاں گیا وہ غازی"؟

لوگ بولے۔ "شاید آپ کے جود و کرم سے وہ شرما گیا اور چلا گیا"۔ امیرالمومنین بولے:۔

"بخدا اگر وہ نہ جاتا تو اس وقت کُل کی کُل رقم میں اسی کو دے دیتا۔ اللہ اللہ، کیا شخص ہے۔ راہِ خدا میں اس نے ایسی مار سہی کہ اس کا چہرہ بگڑ گیا"۔

مالک الدار سے مروی ہے:۔

"عمر بن الخطاب رضؓ نے چار سو درہم ایک تھیلی میں رکھ کر پیش خدمت کر دئے کہ وہ یہ رقم ابوعبیدہ بن الجراح کو دے آئے اور تھوڑی دیر ان کے مکان میں انتظار کرے اور یہ دیکھے کہ وہ اس رقم کا مصرف کیا کرتے ہیں پیش خدمت نے ایسا ہی کیا۔ یعنی ابوعبیدہ کو یہ رقم پہنچا دی۔ انہوں نے امیرالمومنین رضؓ کو دعائیں دیں۔ پھر اپنی ایک لونڈی کی معرفت کسی کو سات درہم اور کسی کو پانچ درہم بھجوانے شروع کیے یہاں تک کہ رقم ٹھکانے لگا دی۔ غلام حضرت عمر رضؓ کے پاس لوٹا اور اس نے پورا ماجرا کہہ سنایا۔

اب اتنی ہی رقم معاذ بن جبل رضؓ کے لئے روانہ کی گئی۔ اس بار بھی غلام کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ یہ دیکھنے کے لئے معاذ کے گھر رُک جائے کہ وہ اس رقم کو کیسے خرچ کرتے ہیں۔ انہوں نے پہلے تو امیرالمومنین رضؓ کے لئے کلمات خیر کہے اور پھر اپنی لونڈی

کو مختلف گھروں کی طرف روانہ کرنے لگے۔ درہم تقسیم ہو رہے تھے کہ معاذ کی بیوی آئیں اور کہنے لگیں:

"ارے ہم بھی تو نادار اور فلاش ہیں۔ کچھ ہمیں بھی تو دو"۔

چار ہزار درہم میں سے دو درہم بچ رہے تھے۔ شوہر نے یہ دو درہم بیوی کی طرف پھینک دئے۔ غلام نے یہ سارا قصہ امیرالمومنینؓ کو کہہ سنایا۔ آپ مسرور و شاداں ہوئے اور فرمایا:

"یہ حضرات ایک دوسرے سے بھائیوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں"۔

عدی بن حاتم ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کے قبیلے کے لوگ تھے وہ کہتے ہیں:

جس وقت بنو طے کے لئے مالِ غنیمت سے روزینہ مقرر کرنے کا وقت آیا تو سب سے پہلے میں امیرالمومنینؓ کے روبرو آ گیا۔ مگر انہوں نے اپنا منہ پھیر لیا۔ میں اب کے بار دوسری طرف سے ان کے سامنے آیا۔ اب کے بھی وہ مڑ گئے۔ میں نے کہا:

"امیرالمومنین! آپ مجھے نہیں پہچانتے؟"

انہیں دفعتہً زور کی ہنسی آ گئی اور وہ ہنستے ہنستے دوہرے ہو گئے۔ فرمایا:

"کیوں نہیں، کیوں نہیں، میں تم کو خوب جانتا ہوں۔ تم اس وقت ایمان لائے تھے جب لوگوں نے انکار کیا تھا تم اس وقت آگے بڑھے تھے جب دوسرے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ تم نے اس وقت وفا کی تھی جب دوسروں نے غداری کی تھی اور تمہارا ہی لایا ہوا قبیلہ طے کا صدقہ اور چندہ تو تھا جس نے روئے انور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر شادمانی اور مسرت بکھیر دی تھی۔ یہ سب کچھ سہی مگر میں نے پہلے ان لوگوں کا خیال رکھا ہے جو فاقوں سے زیادہ نڈھال ہو چکے ہیں اور ان لوگوں کو جو کچھ دیا جائے گا، یعنی ان قبائلی سرداروں کو، وہ ان کے ذریعے غریبوں تک پہنچ جائے گا"۔

ابن طاؤس کو بھی ان کے والد نے یہی بتایا تھا کہ خشک سالی کے دور میں امیرالمومنینؓ نے لذیذ غذائیں بالکل ہی چھوڑ دی تھیں۔

عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ نے اپنے والد سے سنا تھا کہ ایک بار عمر بن الخطابؓ کے سامنے روٹی اور زیتون کا تیل لایا گیا انہوں نے ان چیزوں کو کھانا شروع کیا۔ کھاتے جاتے تھے اور اپنے شکم کو مس کر کے کہتے جاتے تھے

"اے شکم! جب تک گھی وغیرہ کی شدید قلت ہے تجھے ان ہی چیزوں کا عادی بننا پڑے گا"۔

حیاۃ بن شریح شہادت دیتے ہیں کہ:

"عمر بن الخطابؓ فوجی سرداروں کو عسکری مہمات پر روانہ کرتے وقت انہیں اللہ سے ڈرنے کی تلقین فرماتے تھے پھر انہیں یہ تحریر دیتے تھے:

اس تحریر اور تقریر کا آغاز اللہ کے نام پر اور اس کی نصرت کی امید پر ہوتا ہے۔ اللہ کی تائید کے بھروسے پر آگے بڑھو اور اپنی مہم پر روانہ ہو جاؤ۔ سچائی اور صبر کو مضبوط تھام لو۔ جہاد کے موقع پر سستی مت دکھاؤ۔ منکرین خدا سے خدا کی راہ میں لڑو۔ مگر ظلم و جور سے باز رہو۔ اللہ ظلم و جور والوں کو پسند نہیں کرتا۔ مقابلہ پڑ جائے تو بزدلی مت دکھاؤ۔ تمہیں غلبہ حاصل ہو جائے تو اپنے دشمنوں کا مثلہ مت بناؤ یعنی ان کے ٹکڑے ٹکڑے مت کرو۔ دشمنوں پر قابو پا جانے کے بعد حد اعتدال سے نہ بڑھو، عورتوں

بوڑھوں اور بچوں کو مت قتل کرو۔ اور جس وقت فوجیں آمنے سامنے ہوں تو انہیں (بوڑھوں اور بچوں کو) خاص طور سے بچاؤ۔ یعنی ان کے قتل سے گریز کرو۔ غنیمت کے حصول میں حد سے مت تجاوز کرو اور جہاد کے جذبے کو دنیوی اغراض میں ملوث نہ کرو۔ یہاں مجھے اس عہد کے شاعر اسلام کا ایک دلپذیر شعر یاد آ گیا ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

اور اس عہد و پیمان میں آخرت کے منافع کو سامنے رکھو کہ یہی اصل کامیابی ہے۔

ابو عمران الجونی کا بیان ہے کہ:

"ابو موسیٰ اشعری نے عمر بن الخطابؓ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحائف روانہ کئے۔ اس سامان کو امیرالمومنینؓ نے کھولنا شروع کیا۔ ابھی ایک ہی تھیلی دیکھی تھی کہ پکار اٹھے "اسے واپس کر دو، اسے واپس کر دو۔ نہ ہم یہ دیکھیں گے کہ کیا کیا آیا ہے اور نہ ہی تم اسے قریش کو دکھاؤ گے کہ یہ آپس میں کٹ مریں"۔

انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک انصاری عورت نے آکر فریاد کی:

"مجھے پہننے کو کپڑا چاہئے"۔

آپ نے کہا۔ "کپڑے مانگنے کا یہ کیا موقع ہے؟"

مگر وہ عورت کہتی رہی کہ "میرے پاس تن ڈھانکنے کو کچھ بھی نہیں"۔

امیرالمومنینؓ اسی وقت کھڑے ہو گئے اور خزانے سے ایک سفید رنگ کی پوشش نکال لائے اور اسے لا کر عورت کے سامنے ڈال دیا اور فرمایا:

"اس لباس کو لے جاؤ اور اس میں کہیں دریدگی ہو تو رفو کر لو یعنی اس کپڑے کو زیادہ سے زیادہ مدت تک استعمال کرو اس لئے کہ ہر نئی چیز پرانی ہو جاتی ہے"۔

عطا بن عبید بن عمیرؓ کی روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے ایک شخص کو حرم کی حدود میں ایک درخت کو کاٹتے اور اسے اپنے اونٹ کو کھلاتے ہوئے دیکھا حضرت عمرؓ نے اس شخص کو طلب کیا۔ وہ آیا تو اس سے فرمایا:

"اللہ کے بندے! تمہیں معلوم نہیں کہ مکہ حرام ہے اور اس کی حدود میں درخت تک کاٹنا جائز نہیں ہے اور ان حدود میں قطع اشجار یا شکار وغیرہ ناگزیر اور مناسب صورتوں ہی میں جائز ہو سکتے ہیں"۔

اس نے جواب دیا "امیرالمومنین یہ میں نے بالکل اضطراری عالم میں کیا ہے۔ میرے پاس جو جانور ہیں وہ بے حد کمزور اور ناطاقت ہیں۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو شاید میں اور وہ سب بے موت مر جاتے"۔

امیرالمومنینؓ نے یہ بات سنی تو ان کا دل بھر آیا۔ اور صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ جو آٹے کی بوریوں سے لدا ہوا تھا منگوا کر اس شخص کو دے دیا۔

عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے حطیہ نام کے شاعر سے عام لوگوں کی عزتیں اور حرمتیں تین ہزار درہموں میں خرید لی تھیں۔ یعنی یہ رقم دے کر اسے ہجو گوئی سے باز رکھا تھا۔ حطیہ کے دو شعر اس باب میں مشہور ہیں۔ ان کا مفہوم نظم میں درج ذیل ہے۔ ان اشعار کے مخاطب خود حضرت عمرؓ ہیں ؎

میرے لب سخن پہ لگائی جو تم نے مُہر
ہجو و ہزل سے میرے تو نگر بری ہوتے
آشفتہ سر تھا دے کے مجھے فقر سے نجات
تم مانعِ مذمت مردِ دنی ہوتے!

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

حضرت لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب

ھادی کی ضرورت

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیے۔ سورہ الذاریٰت رکوع ۳ پ ۲۷

فارسی میں کسی نے اس کو یوں بیان کیا ہے ؎

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

بندگی کا سبق پڑھانے کے لیے اللہ تعالےٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السّلام مبعوث فرمائے۔ سب سے آخری نبی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم ہیں۔ حضورؐ بھی بندگی کا سبق پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ یہی سبق یاد دلانے کے لیے یہ مجلس منعقد کی جاتی ہے۔

انسان کو دو قسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ ۱۔ ظاہری یا جسمانی
۲۔ باطنی یا روحانی

جسمانی بیماریوں کی سمجھ تو گزشتہ رات پیدا ہونے والے بچے کو بھی ہوتی ہے۔ وہ بول نہیں سکتا لیکن جسم کے کسی عضو میں درد ہو تو چیختا اور چلاتا ہے۔ بچے سے لے کر بوڑھے تک، گدا سے لے کر شاہ تک، غریب سے لے کر امیر تک سب جسمانی بیماریوں کو سمجھتے ہیں۔ رُوحانی بیماریوں کی اطلاع فقط ہادی دیتا ہے۔ اصل ھادی اللہ تعالےٰ ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہادی ہیں۔ پھر ہادی وہ ہے جس کی زبان سے قرآن بولے جو کہ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے اور جس کی زبان سے حدیث بولے جو حضورؐ کا فرمان ہے۔ بُولتے سب ہیں۔ کالجوں کے پرنسپل اور پروفیسر۔ ہائی سکول، مڈل سکول اور پرائمری سکول کے ٹیچر سب بولتے ہیں، لیکن ان میں ایک بھی ہادی نہیں۔

انگریز نے تو پرائمری سے لے کر ایم۔ اے تک نصابِ تعلیم میں کلمہ بھی نہیں رکھا تھا۔ اس بے ایمان نے تو اللہ تعالیٰ کا نام نصابِ تعلیم سے کھرچ کر نکال دیا۔

جب تک ہادی نہ بتلائے روحانی بیماریوں کا پتہ نہیں لگتا۔ ہادی پہلے ان کا احساس دلاتا ہے اور پھر علاج اور پرہیز تجویز کرتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے آہستہ آہستہ شفا ہو جاتی ہے۔ اگر رُوحانی بیماریوں سے شفایاب ہو کر نہ گئے تو قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔ میں مسلمان نوجوان سے کہا کرتا ہوں۔ اے نوجوان! یا تو مان جا کہ حضورؐ کا فرمان ٹھیک ہے کہ قبر جہنّم کا گڑھا یا بہشت کا باغ ہوتی ہے یا ۱۴ سال کے اخراجات میرے پاس لا کر جمع کرا دے۔ اے نوجوان تو نے ۱۴ سال باپ کی کمائی کھا کر بی۔ اے کی ڈگری پائی تھی۔ ادھر بھی ایسا کرنا پڑے گا۔ ہم تمہیں بھیک مانگ کر مفت کیوں کھلائیں۔ پہلے تمہیں ٹیسٹ کریں گے کہ نُورِ فطرت بجھ تو نہیں گیا۔ بعض اوقات نُورِ فطرت بجھ جاتا ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔

سورہ البقرہ رکوع ۱ پ ۱

بے شک جو لوگ انکار کر چکے ہیں

برابر ہے انہیں تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اگر نورِ فطرت بجھ نہیں گیا اور تو مسخ نہیں ہو گیا تو پھر تمہیں کسی کامل کے پاس لے جائیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ حضرت! یہ نوجوان باطن کا اندھا ہے اس کی تربیت فرما دیجیے۔ وہ تمہاری تربیت فرمائیں گے۔ جس دن تمہاری رُوحانی تکمیل ہو جائے گی اور کامل تمہیں صرف کالا کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دے گا تو پھر میانی صاحب میں جا کر دس یا بارہ قبریں پھر جانا تو ایک منٹ سے پہلے پہلے معلوم ہو جائے گا کہ اس کی قبر دوزخ ہے اور اس کی بہشت ہے۔ عالم ملکوت کے حالات ان آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ ان کو دیکھنے کے لیے دل کی آنکھوں کی ضرورت ہے۔ دل کی آنکھوں کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ فرماتے ہیں

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ۔

سورہ الحج رکوع ۶ پ ۱۷

پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں بینا سارے اندھا کوئی
میں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی

رنگی کو نارنگی کہیں دودھ کڑھے کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

لاہور کی آبادی چودہ لاکھ بتلائی جاتی ہے۔ اگر ایک لاکھ میں ایک بینا ہوتا تو لاہور میں چودہ ہونے چاہیئے تھے۔ اگر لاہور میں چودہ بینا ہوتے تو لاہور جگمگا اٹھتا۔ اب لاہور اندھیر نگری ہے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ یہ اندھوں کا جہان ہے۔ یہاں ایماندار کو بے ایمان اور بے ایمان کو ایماندار کہا جاتا ہے۔ مولوی بے ایمان ہے اور شرابی۔ زانی ایماندار ہیں۔ مولوی وہ ہے جو قرآن مجید اور حدیث شریف کا عالم ہو۔ نقل کفر۔ کفر نباشد، مکہ معظمہ میں ایک ہی پاگل تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی سب عقلمند حالانکہ حضورؐ اَعْقَلُ اَهْلِ الْاَرْضِ تھے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو تسلی دیتے ہیں:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝

قلم کی قسم ہے اور جو اس سے لکھتے ہیں۔ آپ اللہ کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں اور آپ کے لیے تو بے شمار اجر ہے۔

اگر ایک شخص کے دو بیٹے ہوں۔ ایک مولوی ہو اور دوسرا بی۔ اے۔ لاہوریوں کے ہاں مولوی بے ایمان اور بی۔ اے ایماندار ہو گا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ میری قوم مالیخولیا کی مریض ہے جو دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھتی ہے۔ مالیخولیا کا مریض اپنے بھائی کو اپنا دشمن سمجھتا ہے حالانکہ بھائی کے دل میں درد ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کو شفا عطا فرمائے۔ وہ زبردستی اس کے منہ میں لکڑی ڈال کر دوا پلاتا ہے۔ اس کا دل چاہتا ہے کہ پتھر مار کر بھائی کا سر پھوڑ ڈالے۔ دوسرے اس سے مذاق کرتے رہتے ہیں اور وہ اس میں خوش رہتا ہے۔

میں عرض کر رہا تھا اگر امراضِ روحانی سے شفایاب ہو کر نہ گئے تو قبر جہنّم کا گڑھا بن جائے گی۔ ایسے شخص کی قبر کے اوپر اس کے بیٹوں نے سنگِ مرمر کا تعویذ بنا دیا تو کیا مردہ بخشا جائے گا؟ قبر چونے گچ اور مردہ بے ایمان۔

بعض اللہ کے نیک بندوں کی قبر کا نشان بھی نہیں ہوتا لیکن امراض روحانی سے شفایاب ہونے کی وجہ سے قبر بہشت کا باغ بنی ہوئی ہوتی ہے۔

برمزارِ ما غریباں نے چراغ نے گُلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

عام طور پر ۵۰۰ روپے تنخواہ پانے والا افسر ۷۰ روپے تنخواہ پانے والے کلرک کو گھٹیا سمجھتا ہے۔ اسی طرح کوٹھی والا جھونپڑی والے کو اور سوٹ بوٹ والا کھدر والے کو گھٹیا سمجھتا ہے۔ یہ کبر ہے۔ کبر مہلک روحانی بیماری ہے



امّتِ مُسلمہ کا اتحّاد اور گروھی تعصّبات

تحریر : ابوبکر عبدالغنی یزدانی

اس سے پیشتر امتِ مسلمہ کے اتحاد کے زیر عنوان اظہارِ خیال کیا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کی مذہب کے نام پر مختلف فرقوں میں تقسیم اور جزوی اختلافات کی بنار پر ایک دوسرے کی مخالفت کسی طرح بھی مستحسن نہیں۔

موجودہ دور میں وقت کی اہم ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے یوں تحریر کیا تھا کہ تمام فرقے اپنے فروعی اختلافات ختم کر کے اس طرح مدغم ہو جائیں کہ حضور ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک دَور کی یاد تازہ ہو جائے۔ یہ دیوبندی مکتبِ فکر کے مدرسہ قاسم العلوم متعلقہ انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور کے استادِ محترم مولانا حمید الرحمٰن عباسی کی دعوت کی صدائے بازگشت تھی۔ جس میں آپ نے غیر مبہم الفاظ میں مطالبہ کیا تھا کہ تمام سنّی، شیعہ، دیوبندی، اہل حدیث اور بریلوی فرقوں کو یکسر ختم کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور کی مذہبی ہیئت کو بحال کر دیا جائے۔ کیونکہ صرف آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی ہی ہے جن سے کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں ورنہ کسی ایک فرقہ کے نظریات کی بناء پر اتفاق و اتحاد کی فضا کا پیدا ہونا بالکل ناممکنات میں سے ہے

اسی نوع کے خیالات کا اظہار ہمارے بعض ممتاز سکالر کی جانب سے بھی ہو چکا ہے۔ جس میں آپ نے ہمارا مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹا ہُوا ہونا ایک المیہ قرار دیا ہے اور دعوت دی ہے کہ فرقہ واریت کے بُتِ باطل کو پاش پاش کر کے اللہ کی رسی کو مضبوط گرفت میں لیں ورنہ تفریق و افتراق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام سے ہمارا تعلق اور واسطہ اخلاص اور نیک نیتی پر مبنی نہیں ہے۔

درحقیقت باہمی نشست و افتراق کی موجودہ صورتِ حال کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس امر کی کھوج لگائیں کہ مسلمانوں کو جب قرآن نے رنگ و نسل اور زبان کے امتیاز اور جغرافیائی اور تہذیبی اختلاف کے باوجود امت واحدہ قرار دیا ہے اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک دور اور خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں مسلمانوں کی اجتماعی امت واحدہ ہی کی رہی تو پھر صورتِ حال کی پراگندگی کا کیا سبب ہے اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحقیق طلب امر یہ ہے کہ اس ترقی معکوس کی نہج کیسی رکھی گئی کہ برصغیر میں ہم بجائے صرف مسلم کے کہیں اہلحدیث اور شیعہ بن گئے اور کہیں دیوبندی و بریلوی ہو گئے حالانکہ ابتداء فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہونے والے آفتابِ جہانتاب کی نورانی شعاعوں سے منوّر جماعت کے سب افراد صرف مسلم یا مسلمان کے نام سے موسوم تھے اور اللہ تعالےٰ

نے بھی جہاں ہمارے لئے دین اسلام پسند فرمایا رَضِیتُ لَکُمُ الاِسْلَامَ دِیناً وہاں ہمارا نام بھی مسلم یعنی مسلمان ہی رکھا

اتحاد و اتفاق اور یگانگت کے برعکس انتشار افتراق کے ضمن میں تاریخ کی ورق گردانی سے ہمیں اس قدر رہنمائی حاصل ہوتی ہے کہ تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جمل و صفین کے نام کی دو ہولناک جنگیں لڑی گئیں جنگ جمل مسلمانوں میں باہمی خونریزی کا پہلا دَور تھا جس میں دس ہزار مسلمان کام آئے ازاں بعد اس سے بھی زیادہ دردناک جنگ صفین کا معرکہ ہُوا۔ جس میں اسلامی اخوت و الفت کا شیرازہ منتشر ہو گیا امت کی طاقت و شوکت کو بھی زبردست صدمہ پہنچا۔ نوے ہزار جانباز مسلمان قتل ہو گئے۔ متحارب مسلمانوں کے دونوں فریق جو جنگ سے پیشتر باہم متفق و متحد تھے جنگ کے دوران سفیروں کا تبادلہ قبول کرتے رہے جن میں عقل و فراست کا مظاہرہ کرنے والے اور جذبات سے مغلوب دونوں قسم کے لوگ موجود تھے۔ مگر جنگ سے واپسی پر باہم دشمن اور مخالف بھی ایسے ہوگئے کہ ان میں ہر منزل پر لڑائی اور زبانی تو تکار اور بدزبانی جاری تھی لیکن اس سب فتنہ سامانی کے باوجود امّت مذہبی فرقوں میں تقسیم نہ ہوئی تھی جس سے کہ امّت کی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی۔ اس مرحلہ پر خوارج اور شیعہ ضرور

> فِرقہ وارانہ
> تعصّبات سے
> الگ رہ کر ہی
> اسلامی معاشرہ
> کی تشکیل
> ممکن ہے

ضرور نمودار ہو چکے تھے مگر سب کے عزم بالجزم کا اظہار یوں تھا کہ فیصلہ سراسر قرآن پر ہو۔ اشخاص کا حکم نہیں مانا جائے گا۔

بعد ازاں تابعین کے دوَر میں فقہ کے دو مکاتب فکر ایک مکہ مدینہ اور دوسرا کوفہ کے علماء کے نام پر معرض وجود میں آئے مگر ان میں اصول کی بنار پر کوئی اختلاف نہ تھا ان دو مختلف مکاتب فکر کی بنیاد کی وجہ محض تقاضائے فطرت انسانیہ تھی جس کے ماتحت اہلِ مدینہ نے عقیدت کے طور پر اپنے ہاں کے اصحاب فقہ و رائے کو ترجیح دی کیونکہ ان کی رائے میں مکہ و مدینہ کے اہل الرائے کا رتبہ بلند تھا دوسری طرف کوفہ کے مکتب فکر کی بنیاد وہاں کے فقہار و قضاۃ کے فیصلوں پر قائم ہوئی لیکن خیالات و اعتقادات اور ان کے اظہار میں اعتدال و توازن ہر سمت قائم و برقرار رہا۔ تابعین کرام کے بعد تبع تابعین یا فقہاء کے دَور میں بھی تحصیلِ علم دین کے ضمن میں روایت و درایت کے اصول وضع ہوئے۔ تحقیق و تنقید اور اجتہاد کے دَر وَا ہوئے مگر کہیں بھی جغرافیائی حدود و قیود یا عرب و عجم کی تخصیص نے اتحاد و یک جہتی اور امّت کی وحدت کو متاثر نہ کیا اور نہ ملّت اسلامیہ فرقوں اور گروہوں میں منقسم ہوئی بلکہ نہایت شوق و اہتمام کے ساتھ دینے کی خدمت اور اس کے علوم کو فروغ کا فریضہ سرانجام دیا جاتا رہا۔

موجودہ دنیائے اسلام اور خصوصاً پاکستان میں امّت مسلمہ جن گروہوں میں منقسم ہوئی ان میں سرِفہرست سُنّی فرقہ کا تجربہ کریں تو یہ اہلسنت والجماعت کہلانے کے باوجود اب بھی اپنے آپ کو بھارت (انڈیا) کے دو شہروں دیوبند اور بریلی کے مکاتب سے منسوب کئے ہوئے ہیں اور ان میں سے ہرایک گروہ دیوبندی یا بریلوی ہی کہلانے پر فخر محسوس کرتا ہے اور بنیادی طور پر قرآن و سنّت پر یکساں ایمان و ایقان کے باوجود بہت بُری طرح تشتت و افتراق کا نشان بنے ہوئے ہیں۔ اس تشتت و افتراق کا نمونہ اپنے اپنے ہی ملک میں تو کیا جسے ہم اسلام کا قلعہ کہہ رہے ہیں بیرونِ ملک بھی عیسائی حکومتوں کی پولیس کی مداخلت اور مسجدوں کے مقفّل ہونے کی صورت میں نظر آتا ہے رہا سوال شیعہ سنّی اختلاف یا منافشت کا تو اس کی بنیاد کے کسی ایک سرے کا بھی قرآن و حدیث یا سنّت سے جواز نہیں ملتا بلکہ غیرشیعہ بھی سب کے سب بلا استثناء کے وحدت اہلحدیث یا اہلسنّت اپنے اہل تشیع برادران کے مبداء و مرجع فیوض اہلبیت کرام سے لافانی محبّت و عقیدت کا عملی ثبوت فراہم کرتے رہتے ہیں اور آل محمدّ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و سلام کے اس قدر پابند کہ اس کے بغیر ان کی کوئی عبادت حتٰی کہ نماز تک نامکمل ہے اس کے باوجود ان کا اختلاف اسلام کے خلاف ایک خوفناک سازش کے علاوہ اور کچھ نہیں جو اس کے فروغ اشاعت کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے کاش فرقہ بندی کے شکار مسلمان اپنی بربادی کے اس راز کو سمجھیں اور اپنے طرزِعمل کا جائزہ لیں کہ ہماری طاقت و صلاحیت اور دولت جو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسلام کی کتابِ ہدایت و رشد قرآن کی خدمت اس کے فروغ و اشاعت کے لئے اور ان سب کے مشترکہ دشمنوں کے خلاف صرف ہونا چاہئیں وہ آج اپنے ہی برادرانِ ملت کے خلاف ارزاں ہیں اور سب کے مستزاد یہ کہ علامہ اقبال جن کو ہم سب پاکستان کے تخیّل کا خالق ہی نہیں بلکہ ترجمان حقیقت اور حکیم الامت بھی گردانتے ہیں یوں تو مسلمانوں کے فقہی اختلافات کی بنا پر مختلف فرقوں میں تقسیم کو اسلام کے خلاف ایک زبردست سازش قرار دیتے تھے۔ کیونکہ اس کا قرآن و سنّت کی رو سے کوئی جواز نہیں مگر شیعہ سنی فرقوں میں تقسیم ملّت اسلامیہ میں ایک زبردست فتنہ سمجھتے تھے اسی لئے اس کی حوصلہ افزائی کے خلاف تھے چنانچہ آپ اگر سنّی العقیدہ تھے تاہم آپ نے اپنے کلام میں جگہ جگہ تمام حضرات اہل بیت سے بڑے اچھوتے انداز میں غیرفانی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے اس لحاظ سے اگر شیعہ و سنّی دونوں علامہ اقبال ہی سے اپنے تعلق خاطر کی بناء پر باہم شیر و شکر ہو جائیں۔ تو یہ موجودہ پُرآشوب دور میں تمام عالمِ اسلام کے لئے ایک نیک فال ہو گی لہٰذا شیعہ و سنّی دونوں فرقوں کے زعماء کو محسوس کرنا چاہیئے کہ ہمارے اختلافات کی نوعیت اقوامِ عالم میں اسلام کو بدنام کرنے کے مترادف تو نہیں اور سوچنا چاہیئے کہ حقیقت میں سنی کو شیعہ سے یا شیعہ کو غیرشیعہ سے کیا دشمنی ہے کہ دونوں میں باہم محبت و یگانگت کی فضا قائم نہ ہو سکے۔ مثلاً ہم ایک بے بنیاد قسم کی مستقل کشیدگی ہی کو ہوا دیتے رہیں۔ آج کل تو ہمارے سامنے خود برادر ملک ایران کی زندہ مثال موجود ہے۔



بجواب کلمہ دوستی یا کلمہ دُشمنی

کلمہ طیّبہ مُسلمانوں کی پہچان اور ایمان کے اظہار کی علامت ہے

عبداللطیف عثمانی، استاد عربی، گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول سمن آباد — لاہور

بہ کلمہ دوستی ہے یا کلمہ دشمنی کے عنوان سے محترم حنیف رامے صاحب کا نقطہ نظر پڑھنے کا اتفاق ہوُا۔ مضمون کے آخر میں اپنی حیثیت واضح کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ یا ان کا کوئی قریبی رشتہ دار مرزائی نہیں۔ ان خیالات کا اظہار بقول ان کے بس ایک سیدھے سادے مسلمان کے طور پر کلمہ دشمنی کی اس روش سے انہیں خوف آ رہا ہے ان کے خیال کے مطابق مرزائیوں کے ساتھ ہماری موجودہ روش کلمہ دشمنی کے مترادف ہے۔

زیرِ نظر مضمون میں اس بات کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ مرزائی کلمہ طیبہ اور دیگر شعائر اسلام کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں اور ان کو اس کے استعمال کی اجازت نہ دینا کلمہ دوستی ہے یا کلمہ دشمنی؟

دنیا میں دو ہی ملتیں ہیں ۱۔مسلم ۲۔غیر مُسلم۔ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَاحِدَۃٌ کے اصول کے تحت تمام کافر ایک مِلّت ہیں تاہم پھر ان کے احکام بلحاظ اقسام مختلف ہیں جیسے ذمی، حربی، مرتد۔ ذمیوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسلامی حکومت کے احکامات کو تسلیم کریں اور ان کی پابندی کریں جبکہ مرتدین کا حکم قطعی ہے وہ ان دونوں سے مختلف ہے جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا۔ اب یہ فیصلہ کرنا مرزائیوں کا کام ہے کہ وہ ان تینوں میں سے کس گروہ میں ہیں۔ اسلام میں عیسائیوں کو عیسائی، یہودیوں کو یہودی، ہندوؤں کو ہندو، سکھوں کو سکھ رہنے کی اجازت ہے اور وہ مسلم ملک میں اسلامی حکومت کے احکامات مانتے ہوئے باامن بمع اپنے حقوق آزادانہ طور پر رہ سکتے ہیں ان کو مذہبی، معاشرتی اور معاشی آزادی حاصل ہوگی۔ بلکہ ان کو تحفظ فراہم کرنا اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔ البتہ کسی کو اسلام چھوڑ کر ہندو، عیسائی، سکھ، یہودی یا کوئی اور مذہب اختیار کرنے کی اجازت نہیں۔ اسلام سے پھرنا بغاوت ہے۔ اور باغی کا وجود اسلام میں ناقابل برداشت ہے اور اسلام میں اس کے لیے کسی قسم کا کوئی حق نہیں۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ جو شخص اسلام سے روگردانی کرتا ہے اس کے زہرِ ارتداد سے دوسروں کو محفوظ رکھنے کے لیے مرتد کو قتل کر دیا جائے۔ کسی غیرمُسلم گروہ کو اسلام میں اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرتے رہیں اور مسلمانوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی پر اس وقت برہمی کا اظہار فرمایا جب وہ ایک سابقہ آسمانی کتاب پڑھ

رہے تھے اور فرمایا اگر وہ نبی جن پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے آج موجود ہوتے تو وہ بھی میری کتاب ہی پڑھتے۔ کتب سماویہ کو چونکہ بعد کی قوموں نے تحریف کرکے بدل ڈالا ہے اب ان کا مطالعہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ مرزائی نہ تو ہندو ہیں اور نہ سکھ، عیسائی، یہودی بلکہ بزعم خویش وہ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کی طرح عبادت گاہیں تعمیر کرنے پر مصر ہیں اور اس بات کے بھی دعوے دار ہیں کہ ان کو مسلمان تصور کیا جائے اس بات میں اتنی گنجائش نہیں کہ میں مرزائیوں کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کی بحث کروں اس کے متعدد عدالتوں کے فیصلے اور عالم اسلام کا اس بات پر اجماع ہونا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں اور پاکستان میں ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کا فیصلہ اور اس کے بعد وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ کہ قادیانی مسلمان نہیں اس کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے مطابق مرزائی مسلمانوں سے الگ تھلگ قوم ہیں اور وہ زبانی یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، خلیفۃ المومنین صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب نہیں سکتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب نہیں کر سکتے اور آپؐ کے خاندان کے علاوہ کسی فرد کسی شخص کو اہل بیت نہیں کہہ سکتے اور اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کے طور پر منسوب نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس میں اذان دے سکتے ہیں اور کوئی قادیانی بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتا اور اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم یا منسوب نہیں کر سکتا اور نہ ہی دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے سکتے ہیں اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو تین سال تک کی کسی ایک قسم کی سزائے قید اور جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔

یہ ایک اصول ہے کہ نبی کے بدلنے سے کلمہ اور قوم بدل جاتی ہے ہر نبی کی قوم نے الگ الگ کلمہ پڑھا ہے چنانچہ مرزائیوں نے مرزا غلام احمد کو نبی مان کر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کے پیروکار اور متبعی ہیں جبکہ مسلمان صرف آنحضرتؐ کے متبعی ہیں مسلمانوں کا یہ اجتماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں آپؐ نے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا جھوٹا اور مفتری ہے۔ آپؐ اور آپ کے صحابہ کا عمل اس بات کا گواہ ہے کہ آپؐ کے بعد نبوت کا مدعی اور اس کے پیروکار مسلمانوں سے الگ ہیں اور ان کے خلاف جہاد ضروری ہے۔ مدعیان نبوت اور ان کے پیروکار امت محمدیہ سے نکل کر دوسری امت میں داخل ہو جاتے ہیں اس لیے ان کو کلمہ اور دیگر شعائر اسلام اپنانے کا حق نہیں اگر کوئی چور پولیس کی وردی پہن لے تو وہ قانون کا محافظ نہیں چور ہی رہے گا اس سے وہ وردی چھیننے والا قانون کا دشمن نہیں قانون کا محافظ رہے گا۔ اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم کلمہ طیبہ کا بیج لگائے تو وہ مسلمان نہیں ہو جاتا۔ اور اس سے جو وہ بیج چھین لے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ چور ہے قانون کا محافظ نہیں (اسلام کا چور ہے اسلام کا محافظ نہیں) تو ایسا کرنا کلمہ دشمنی نہیں کلمہ دوستی ہے۔

عیسائی تبلیغ کرتے ہیں تو وہ یہ واضح کرتے ہیں کہ وہ عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں نہ کہ اسلام کی وہ کبھی یہ نہیں کہتے کہ تثلیث یا کفارہ کا عقیدہ اسلام کی تعلیمات ہیں اور اسی طرح یہودی اور دیگر مذاہب۔ جبکہ مرزائیوں کے نزدیک یہ اسلامی تعلیمات ہیں کہ مرزا غلام احمد خدا کا نبی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی اور آنحضرتؐ کے بعد نبوت

جاری ہے مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا مقام حضرت عیسیٰؑ سے بڑا ہے۔ مرزائی یہ تبلیغ لوگوں کے سامنے کلمہ پڑھ کر اور لگا کر کرتے ہیں۔

رامے صاحب نے لکھا ہے کہ:

"اسلام پر صرف مسلمانوں کی اجارہ داری نہیں بلکہ سب قوموں جمعیتوں اور گروہوں کی یکساں میراث اور امانت ہے دوسرے اسے جتنا بھی قبول کرتے چلے جائیں ہمیں اس پر ناراض ہونے کی بجائے خوش ہونا چاہیئے"

کسی قوم یا مذہب کے فرد کو اسلام قبول کرنے سے نہیں روکا جا سکتا لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ اسے جتنا بھی قبول کرتے چلے جائیں ہمیں اس پر خوش ہونا چاہیئے۔ جتنا کی اصطلاح انتہائی گمراہ کن اور فاسد ہے اس کا مطلب ہے کہ اسلام کے عقیدہ توحید کا تو اقرار کر لیا جائے لیکن عقیدہ رسالت کا بے شک انکار کر دیا جائے یا اس کے برعکس۔

اسی طرح کوئی کلمہ طیبہ پڑھ کر خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کا اقرار کر لے لیکن نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا انکار کر دے یا کوئی شخص باقی تمام باتوں کو مان لے لیکن یہ عقیدہ رکھے کہ خدا کے ساتھ کچھ اور خدا بھی ہیں۔ رامے صاحب کے نزدیک ہمیں ایسے لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہیئے جو کچھ اسلام مان لیں اور کچھ چاہے نہ مانیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ انہوں نے یہ فلسفہ کہاں سے پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک کلمہ کا لیبل لگا کر وہ جو چاہے کریں اس کی مرزائیوں کو کھلی چھٹی ہونی چاہیئے انہیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ اسلام اتنا کمزور مذہب نہیں کہ جو چاہے اسے [illegible] کرکے بے دینی اور گمراہی پھیلانے کی اجازت دے۔ اسلام میں کلمہ پڑھنے کی اجازت ہے کہ وہ اسلام قبول کریں لیکن کلمہ کا لیبل لگا کر مکروہ عزائم پورے کرنے کی نہیں۔

مرزائیوں کے نزدیک وہ لوگ جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے وہ مسلمان نہیں بلکہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب نجم الہدیٰ میں لکھا ہے کہ وہ لوگ جو ان پر ایمان نہیں لائے وہ ولد الزنا اور کنجریوں کی اولاد ہیں نیز مرزا صاحب اپنی ایک دوسری کتاب کشتی نوح شائع کردہ نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں کہ "جو مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں مانتا وہ زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغ گو، جعل ساز ہے اور وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے" اسی کتاب کے صفحہ ۸۱ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں "خدا کی قسم اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا"

موضوع کی تنگ دامنی کا احساس مجھے وہ سنسنی خیز اور دل کو ہلا دینے والے متعدد حوالے تحریر کرنے سے مانع ہے کیونکہ اس موضوع کے طول پکڑ جانے کا خطرہ ہے مرزا صاحب کا ایک شعر ہے۔

ابن مریم کا ذکر چھوڑا
اس سے بہتر غلام احمد ہے

میں یہ نہیں سمجھتا کہ کوئی سیدھا سادا مسلمان ہونے کا دعوے دار یہ سمجھے کہ کلمہ دوستی کا یہ تقاضا ہے کہ قادیانی کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر اس بات کی تبلیغ کریں کہ مرزا غلام احمد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی بن کر آگئے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت امام حسینؓ سے افضل ہیں اور جو مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتا اور ان کی اطاعت نہیں کرتا وہ زانی فاسق........ ہے۔

اسلام میں کسی کو کلمہ طیبہ کے

بیچ لگا کر اسلام کے پرخچے اڑانے اور مار آستینیں بننے کی اجازت نہیں اور نہ ہی خدا اور اس کے رسول کے احکامات کا انکار کرکے اس پر کلمہ طیبہ کا بورڈ آویزاں کرکے دشمنان اسلام کی آماجگاہ بنانے کی اجازت ہے۔ مرزائی جب خود کو مسلمانوں سے الگ قوم تصور کرتے ہیں تو پھر وہ کیونکر مسلمانوں کے شعائر کو اپنانے کا اصرار کرتے ہیں۔ رامے صاحب کا یہ کہنا کہ اسلام صرف مسلمانوں کی میراث نہیں بلکہ سب قوموں جمعیتوں اور گروہوں کی میراث اور امانت ہے غلط ہے کیونکہ اسلام نہ تو مسلمانوں کی میراث ہے اور نہ ہی کسی قوم، جمعیت اور گروہ کی۔ اسلام صرف خدا اور اس کے رسول کی میراث اور امانت ہے اسے جو چاہے اور جہاں ہیں جہاں چاہے اپنا سکتا ہے اسلام کسی فرد و گروہ، قبیلے، قوم، ملک یا علاقہ کے لیے نہیں بلکہ تمام عالم کے لئے اسلام قبول کرنے کی دعوت ہے لیکن اس امانت کے حاصل کرنے کے بعد اس کی حفاظت تقدس کی بحالی کا خیال رکھنا ہوگا اس میں خیانت اور بگاڑ پیدا کرنے والے کو کیفر کردار تک پہنچانا ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ ابن مَسْعُود رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلّم لَا یَحِلُّ دَمُ امرِئٍ مُسْلِمٍ اِلّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ اَلثَّیِّبُ الزَّانِی وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِکُ لِدِیْنِہٖ المُفَارِقُ لِلْجَمَاعَۃِ رَوَاہُ البُخَارِی وَمُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کا خون تین صورتوں کے بغیر حلال نہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ شادی شدہ آدمی بدکاری کرے دوسرے یہ کہ جان کے بدلے جان لی جائے اور تیسری یہ کہ اپنے دین کو ترک کرنے والے اور اسلامی جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والے کی جان لی جائے اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

انسانی جان محترم ہے جب اس جان میں اسلام بھی شامل ہو جائے تو احترام اور بھی بڑھ جاتا ہے اپنے دین کا تارک چونکہ اسلام کا باغی ہے لہذا اسے جرم بغاوت میں قتل کیا جائے گا۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالتے ہی مرتدین کے خلاف جہاد کیا۔

جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے قتل کے لئے ان کا محاصرہ کیا تو اس وقت حضرت عثمانؓ نے باغیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اسلام میں صرف تین وجوہ کی بنا پر کسی کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ ۱۔ شادی شدہ زنا کرے۔ ۲۔ قتل کرے ۳۔ اسلام سے پھر جائے۔ میرے اندر ان میں سے اگر کوئی وجہ نہیں پائی جاتی تو پھر میرے قتل پہ کیوں درپے ہو۔

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ اسلام میں مرتد کا وجود خطہ ارض پر گوارہ نہیں اور یہ کہنا کہ جماعت مرزائیہ کے ساتھ ہمارا رویہ زیادتی پر مبنی ہے صحیح نہیں بلکہ اسلامی نقطہ نگاہ سے ہمارا رویہ مرزائیوں سے انتہائی نرم ہے۔

* جہاں تک یہ خیال کرنا کہ مرزائیوں کی مساجد سے کلمہ مٹایا جا رہا ہے غلط سوچ کا نتیجہ ہے قرآن پاک میں مسجد کی واضح تعریف کر دی گئی ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ پ۱۱

ترجمہ: مسجد وہ ہے جس کی بنیاد شروع دن سے ہی تقوٰی پر ہو۔

معلوم ہوا کہ مسجد کی بنیاد زمین پر نہیں بلکہ بانیوں کے دلوں پر قائم ہوتی ہے۔ تقوٰی کا کم از کم درجہ مسلمان ہونا ہے جس سے غیر مسلم خارج ہو گئے اگر بانیوں کے دلوں میں تقوٰی ہو اور وہ اس تقوٰی کی بنیاد پر مسجد کی بنیاد رکھیں تب تو وہ مسجد ہے اگر دلوں میں شر و فساد ہو تو وہ مسجد

نہیں بلکہ بت خانہ ہے جو اپنے بانیوں سمیت ایک دن جہنم میں جا گرے گا۔ مسجد اقامت صلوٰۃ اور اقامت دین کا مرکز ہوتی ہے نہ کہ اس میں مسلمان پھنس جائیں پھر آہستہ آہستہ ان میں کفر و عصیان کا زہر بھرا جائے۔ مسجد ایمان کی تربیت گاہ ہوتی ہے۔ نہ کہ مسجد کو کفر کی تائید و تقویت کے لئے ایک پرورش گاہ بنایا جائے۔ ایسی ہر مسجد جس کی بنیاد شر ہو وہ مسجد نہیں۔ مرزائیوں کی مساجد کی بنیاد چونکہ سراسر شر پر مبنی ہوتی ہے اسے کیونکر مسجد کہا جا سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مسجد گرا دینے اور جلا دینے کا حکم دیا تھا جو مسجد عبداللہ بن ابی اور اس کے دیگر گیارہ رفقاء نے ابو عامر راہب کے ایما پر مسجد قبا کے مقابلہ میں تعمیر کی تھی جسے قرآن میں مسجد ضرار کہا گیا ہے۔

منافقین کا منصوبہ یہ تھا کہ اس مسجد میں جو مسلمان نماز پڑھنے آئیں گے ان کو آہستہ آہستہ ورغلا کر اسلام سے پھیرا جا سکے گا۔ قرآن میں مسجد ضرار کی تعمیر کی تین وجوہات ذکر ہیں جو منافقین کے منصوبے میں شامل تھیں۔

۱۔ کفر ۲۔ تفریق بین المسلمین ۳۔ دشمنان اسلام کے لئے پناہ گاہ بنانے کے لیے۔

مسجد ضرار کی بنیاد چونکہ شر پر مبنی تھی اس لیے اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اس مسجد میں جانے سے روک دیا۔ علامہ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قَالَ "اِنْطَلِقُوْا اِلٰی ھٰذَا الْمَسْجِدِ الظَّالِمِ اَھْلُہٗ فَاھْدِمُوْہُ" ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۸۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

• ترجمہ: آپؐ نے فرمایا تم اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم ہیں اس کو گرا دو اور آگ لگا دو۔

علامہ ابی القاسم جاد اللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی متوفی ۵۳۸ھ نے اپنی معروف تفسیر الکشاف میں لکھا ہے:

فَقَالَ لَھُمْ "اِنْطَلِقُوْا اِلٰی ھٰذَا الْمَسْجِدِ الظَّالِمِ اَھْلُہٗ فَاھْدِمُوْہُ وَاَحْرِقُوْہُ فَفُعِلَ وَاَمَرَ اَنْ یَّتَّخِذَ مَکَانَہٗ کُنَاسَۃً یُلْقٰی فِیْھَا الْجِیَفُ وَالْقُمَامَۃُ"

الکشاف مطبوعہ بیروت جلد ۲ ص ۲۱۳-۲۱۴

ترجمہ: آپؐ نے ان سے کہا تم اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم ہیں پس تم اس کو گرا دو اور آگ لگا دو پس ایسا ہی کر دیا گیا۔ اور آپ نے حکم دیا کہ اس (مسجد ضرار) کی جگہ گندگی کا ڈھیر لگانے کی جگہ بنا دی جائے تاکہ وہاں مردار اور گندگی پھینکی جائے۔

ترجمہ: شقیق سے روایت ہے کہ ان کو بنی عامر کی مسجد میں نماز نہ ملی تو ان کو کہا گیا کہ بنی فلاں کی مسجد میں ابھی نماز نہیں ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ایسی مسجد میں نماز پڑھنا پسند نہیں کرتا جس کی بنیاد ضرار پر ہو اور ہر ایک مسجد جس کی بنیاد ضرار یا دکھلاوے یا شہرت کے لیے ہے پس اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔

مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ جس طرح تمام مساجد مسجد حرام کی بیٹیاں ہیں اسی طرح اگر غیر مسلم کوئی مسجدیں بنائیں تو وہ مسجدیں نہیں بلکہ وہ مسجد ضرار کی بیٹیاں ہیں۔ ان کا گرا دینا اور جلا دینا عین سنت نبوی کے مطابق ہے تاہم ایسی مساجد کو گرانا یا جلوانا حکومت وقت کا فرض ہے عام آدمی کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں کیونکہ اس سے بدامنی کا خطرہ ہے ایسی عبادت گاہ جس کو گرا دینا ضروری ہے وہاں کلمہ کیسے لکھنے کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مرزائیوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ کلمہ یا مرزائیت میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں لیکن کفر اور اسلام کو خلط ملط کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

رامے صاحب کا یہ کہنا کہ

مرزائیوں کی مساجد سے کلمہ مٹانے کی روش ترک نہ کی تو مصیبت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ ان کے اپنے الفاظ معلوم نہیں ہوتے بلکہ مرزا طاہر کی ترجمانی کی ہے۔ یہی الفاظ مرزا طاہر کچھ دن قبل اپنی ایک تقریر میں کہہ چکا ہے۔ اگر مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کو مسجد بنانے کی اجازت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی مسجد ضرار کو گرانے اور جلا دینے کا حکم نہ دیتے بلکہ آپ نے وہاں گندگی کا ڈھیر بنا دینے کا حکم دیا۔

فن تفسیر قرآن کے ایک عظیم عالم عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی متوفی ۶۷۱ھ نے اپنی تفسیر القرطبی میں لکھا ہے۔

وَكُلُّ مَسْجِدٍ بُنِيَ عَلَىٰ ضِرَارٍ اَوْ رِيَاءٍ اُوْسُمْعَةٍ فَهُوَ فِي حُكْمِ مَسْجِدِ الضِّرَارِ۔ لَا تَجُوزُ الصَّلٰوةَ فِيْهِ وَقَالَ النَّقَّاشُ يَلْزِمُ مِنْ هٰذَا اَلَّا يُصَلِّيْ فِيْ كَنِيْسَهْ وَنَحْوِهَا لِاَنَّهَا بُنِيَتْ عَلٰى شَرٍ۔

القرطبی جلد ۸ صفحہ ۲۵۴ مطبوعہ ایران ۱۹۶۵ء

ترجمہ: اور ہر ایک مسجد جس کو ضرر دینے یا دکھلاوے اور شہرت کے لیے بنایا جائے وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے اس میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور نقاش نے کہا یہ بھی لازم ہے کہ کنیسہ وغیرہ میں نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ اس کی بنیاد شر پر ہے۔

علامہ قرطبی نے آگے چل کر لکھا ہے:

قلت: اهذا لا يلزم لان الكنيسة لم يقصد ببنائها الضرر بالغير وان كان اصل بنائها على شر، وانما اتخذ النصارى الكنيسة واليهود البيعه موضعًا يتعبدون فيه بزعمهم كالمسجد لنا فافترقا۔

قرطبی جلد ۸ صفحہ ۲۵۵

ترجمہ: میرا یہ کہنا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ کنیسہ کی بنیاد کا مقصد غیروں کو ضرر دینا ہی ہو، تاہم اس کی اصل بنیاد شر (کفر) پر ہی ہے۔ اس لئے نصاریٰ نے کنیسہ اور یہودیوں نے بیعہ کو عبادت گاہ بنایا جس میں وہ اپنے خیال کے مطابق عبادت کرتے ہیں ان کے لیے وہ ویسے ہی معبد خانے ہیں جیسے ہمارے لئے مسجدیں اس سے ان کے اور ہمارے درمیان فرق ہو گیا۔

مندرجہ بالا مؤخر الذکر حوالے سے ثابت ہوا کہ یہودیوں کے لئے بیعہ اور نصاریٰ کے لیے کنیسہ ایک مختص عبادت گاہ ہے اور مسلمانوں کے لئے ایک خاص عبادت گاہ مسجد ہے جس سے ہر ایک مذہب کے پیروکار شناخت کئے جاتے ہیں۔

اسی طرح سکھوں کا گوردوارہ اور ہندوؤں کا مندر ان کی خاص عبادت گاہ ہے جو ان کے مذہب کی علیحدہ علامت ہے۔ ہر ایک مذہب کی عبادت گاہ اس کا خاص [illegible] ہے۔ مرزائی چونکہ مسلمانوں کے نزدیک مسلمان نہیں اس لئے انہیں اپنے معبد خانہ کی ایسی شکل وصورت کا تعین کرنا ضروری ہے جو مسلمانوں کی عبادت گاہ سے مختلف ہو، تاکہ مسلمان اور غیر مسلم میں فرق واضح رہے۔ انہیں مسلمانوں کے وہ شعائر جو مسلمانوں کے ساتھ مختص ہیں استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ مرزائیوں کا طریقہ واردات اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ خود کو مسلمانوں کے روپ میں نہ لائیں۔ اور سیدھے سادے مسلمانوں کو یہ کہہ کر دھوکہ دیں کہ ہم کلمہ پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کی طرح نماز بھی پڑھتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی حب الوطنی کی قصیدہ خوانی کے روپ میں ملک دشمن کاروائیوں میں مصروف ہو تو ایسے شخص کو حب الوطنی کا لیبل لگا کر قوم کو دھوکہ دینے اور ملکی مفاد سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

رامے صاحب نے لکھا ہے کہ جماعت اسلامی کے مقابلہ میں جماعت مرزائیہ نے پاکستان کی حمایت کی تھی اگرچہ میرا جماعت اسلامی سے کسی قسم کا کوئی واسطہ نہیں تاہم یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جماعت مرزائیہ